رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸۰

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی ۳ے
سہ ماہی ۲

قیمت فی پرچہ (۲ر)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی ۳ے
سہ ماہی ۲

قیمت پرانا پرچہ (۴ر)

جلد [illegible] | ۱۰ خورداد ۱۳۵۰ف | یکم جمادی الاول ۱۳۶۰ھ | ۲۴ اپریل ۱۹۴۱ء شنبہ | نمبر ۵۳

مریض یورپ کی صحت یابی کا معجزہ

از

احمد امین یلمان ایڈیٹر روزنامہ "وطن"

تقریباً ایک صدی تک ترکی ہی کو مریض یورپ کہا جاتا تھا۔ یورپ کی سیاست میں ایک فیصلہ کن مسئلہ یہ تھا کہ اس مریض کی ترکہ کس طرح بانٹا جائے۔ یہی مسئلہ یورپ کے تصادم کا باعث رہا۔

جنگ طرابلس، جنگ بلقان اور جنگ عالمگیر جنگ کی شکست اور اندرونی خانہ جنگیوں کے بعد ۱۹۱۹ء میں جب ترکی کی قوت صفر تک ہو چکی تھی اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ ترکی مر چکا ہے۔ مسٹر لائڈ جارج نے کہا تھا کہ "مریض یورپ مر چکا۔ اس کی قبر پر چھ کتبے لکھے جا سکتے ہیں لیکن وہ کبھی زندہ نہیں ہو سکتا۔"

لیکن ترکی مرا نہیں، وہ پھر زندہ ہوا۔ اپنی نئی زندگی میں وہ جنگ کا سبب نہیں بنا۔ وہ جنگ کے اثرات سے اتنا الگ رہا کہ کوئی ترغیب اس کو جنگ میں دھکیل نہ سکی حالانکہ اس کے گرد و پیش جنگ کے بادل منڈلا رہے تھے۔

یہ کس طرح ممکن ہوا؟ یہ سوال قابل غور ہے۔ تجربہ ترکی کی کوشش ان مریضوں کے لئے ایک سبق ہے جن کو دیرپا امن قائم کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ مصطفےٰ کمال اتاترک نے اپنے رفیق کار عصمت انونو کے ساتھ ایک ایسا ملک بنایا جس کے پاس [illegible] جنگ کے خلاف تریاق [illegible]۔

دوسری عالمی جنگ کے درمیان جو وقفہ تھا اس میں یہ اپنے کھوئے ہوئے علاقے واپس لے سکتے تھے لیکن وہ اس ترغیب کا شکار نہیں ہوئے۔ موجودہ جنگ میں بھی عصمت انونو نے یہی پالیسی اختیار کی۔

مصطفےٰ کمال کے نقطۂ نظر میں کوئی پیچیدگی نہیں تھی۔ انہوں نے ترکی پالیسی کو اس بنیاد پر قائم کیا تھا کہ کسی قوم کے مقاصد اور مفادات نوع انسان کے جائز مقاصد اور مفادات سے متصادم نہ ہوں۔ اس اصول سے انحراف اس قوم کے لئے اور دنیا کے لئے تباہ کن ہوگا۔ ان کا ایقان تھا کہ کھوئے ہوئے علاقوں کی واپسی کی کوشش کامیاب پالیسی نہیں ہے بلکہ اس زرین اصول پر کاربند رہنا چاہئے کہ دوسری قوم کی خوشحالی اور آزادی اسی طرح مقدس ہے جس طرح اپنی قوم کی خوشحالی اور آزادی مقدس ہے۔ ایسا فائدہ جو کسی دوسری قوم کی تباہی سے حاصل ہو دیرپا خوشحالی کا ضامن نہیں ہو سکتا۔

غیر جانبداری کی اس پالیسی کا اعلان بہت نمایاں ہوا۔ معاہدہ بلقان اور میثاق سعد آباد سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اگر مختلف ممالک کے مفادات کو [illegible] دی جائے تو خلوص [illegible]

جلد حاصل ہو سکتا ہے۔

دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے بہت سی تجاویز پیش کی جا رہی ہیں لیکن اگر یہ تجاویز بین الاقوامی غیر جانبداری پر مبنی نہ ہوں تو ان کی ناکامی یقینی ہے۔ تمام اقوام کے لئے ایک معیار انصاف اور انفرادی مفاد پر مشترکہ مفاد کو ترجیح ایسے بنیادی اصول ہیں کہ اگر ان کو نظر انداز کر کے قیام امن کی کوشش کی گئی تو کوئی تجویز دیرپا ثابت نہ ہوگی بلکہ [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] بین الاقوامی سیاسیات [illegible] کے بجائے ذاتی مفاد [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] تو ان کی قوت قائم ہو جاتی ہے جو بالآخر ایک نئی جنگ کا باعث ہوتا ہے۔

سابق مریض یورپ کی سرگزشت یہ واضح کرنے کے لئے کافی ہے کہ دوسری قوموں پر تسلط قائم کرنا بجائے منفعت بخش ہونے کے مضرت رساں ہوتا ہے۔ غیر جانبداری کی پالیسی بدترین حالات میں بھی امن و تحفظ کی ضامن ہو سکتی ہے۔

آج مختلف اقوام کے اختلافات کو [illegible] [illegible] کیا جاتا ہے۔ بے اعتمادی، حسد اور رقابت کی فضا مستولی ہے۔ ان مسائل کو کھلے دل سے غور کرنا چاہئے۔ اقوام کے معاملات میں [illegible] [illegible] کی کوشش [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

مملکت ہفتہ وار

جلد ۴	۱۰ ر خورداد ۱۳۵۴ ف	نمبر ۵۳

مسٹر ریلو کی ستم ظریفی

گزشتہ ہفتہ محکمہ رسد میں ایک صحافتی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں کمشنر صاحب پارچہ نے بتایا کہ پارچہ اور خاص کر اعلیٰ قسم کے پارچہ کی درآمد بہت کم ہو گئی ہے صاحب موصوف نے یہ بھی بتایا کہ سوت کی مقدار کم ہے اور باشندوں کی تعداد زیادہ۔ یہ باتیں ہمیں پہلے ہی سے معلوم تھیں۔ اگر مسٹر ریلو کو صرف اسی قدر کہنا تھا تو ایک مختصر اخباری بیان کے ذریعہ ان اعداد و شمار کو عوام کے سامنے پیش کر سکتے تھے۔ صرف اتنی سی بات کے لئے تین بجے کی دھوپ میں ارباب صحافت کو زحمت دینا بے محل نہ تھا۔ ارباب صحافت جس بات کو معلوم کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے وہ یہ تھی کہ ملم حارفین کو بازار میں کپڑا کیوں نہیں مل رہا ہے۔ مال نیا پر پہلے (۱۲) ہزار گٹھوں کے مقابلہ میں اب صرف (۹) ہزار دستیاب ہو رہے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ (۹) ہزار کا تند کہاں جا رہے ہیں؟ ارباب صحافت نے مسٹر ریلو کو بار بار یقین دلایا کہ بازار میں ان کا فراہم کیا ہوا کپڑا سرکاری نرخوں پر نہیں مل رہا ہے اس کا جواب مسٹر ریلو نے یہی دیا کہ وہ ہنوز اس امر کا انتظام نہ کر سکے کہ صارفین تک یہ مال بہ آسانی سرکاری نرخوں پر پہونچ سکے۔ مسٹر ریلو کی تقریر اور جوابات کا ماحصل یہ تھا کہ تاجر طبقہ ان کے ساتھ کامل تعاون کر رہا ہے۔ تاجروں کے طبقہ کی تعریف و توصیف کے بعد مسٹر ریلو صارفین پر الزامات عائد کرنے لگے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ کپڑے کا مسئلہ اس طرح حل نہ ہو سکے گا۔ مسٹر ریلو کے پیش کردہ اعداد و شمار کو صحیح بھی مان لیا جائے اور تاجروں کی شان میں ان کی قصیدہ خوانی کو حق بجانب قرار دیا جائے تب بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے اور آئندہ بھی پیدا ہوگا کہ ان اعلیٰ انتظامات کے باوجود صارفین کو سرکاری نرخوں پر کپڑا کیوں نہیں مل رہا ہے۔ جب ارباب صحافت نے اس تلخ حقیقت کا بار بار اعادہ کیا تو ان سے کہا گیا کہ وہ خاطیوں کی فہرست پیش کریں۔ اس کا جواب ارباب صحافت نے یہ دیا کہ پولیس سے خراب کن امکانات کی صلاحیت پریس میں نہیں ہے اور اگر پریس ہی کو یہ کام کرنا پڑے گا تو کمشنر صاحب پارچہ اور ان کا عملہ کس مرض کی دوا ہیں؟

مسٹر ریلو کے پیش کردہ اعداد بالکل صحیح اور ان کی مشکلات بھی بالکل برحق لیکن صارفین کی مشکلات کا کیا حل تلاش کیا گیا ہے؟ ممکن ہے کہ مسٹر ریلو اور ان کے عملہ پر عوام کی پریشانیوں کی ذمہ داری عائد نہ ہوتی ہو لیکن عوام آخر کس محکمہ کا دروازہ کھٹکھٹائیں اور داد رسی کے لئے کدھر جائیں؟ مسٹر ریلو لاکھ قابل فن داں، اور دیانت دار سہی لیکن موصوف کی یہ اعلیٰ خوبیاں عوام کی پریشانی کو کم نہیں کر سکتیں۔ مسٹر ریلو نے ارباب صحافت کو بار بار یقین دلایا کہ عوام کی موجودہ پریشانیاں عارضی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ مسٹر ریلو کو عوام کی پریشانیوں کا اعتراف تو ہے لیکن آئندہ کی امید میں بیچارے غریب کب تک چکر گھمنی کے چکر کھاتے رہیں جہاں انہیں تنکا سا جواب مل جاتا ہے کہ مال موجود نہیں ہے۔

مسٹر ریلو نے اپنے اس طویل بیان میں اس امر پر بہت زور دیا کہ وہ حیدرآباد کو سکندرآباد کے مقابلے میں زیادہ کپڑا دے رہے ہیں۔ ہم اس بیان کو بھی تسلیم کر لیتے اور مسٹر ریلو کا احسان مانتے ہیں کہ انہوں نے باشندگان شہر حیدرآباد پر بڑا کرم کیا کہ ان کے نام سے کپڑے کی کوئی مقدار ادھر تا جمعہ کو دی لیکن مسٹر ریلو کو یہ سن کر رنج ہوگا کہ تاجروں نے صاحب موصوف کے اس احسان کو عوام تک نہیں پہنچایا اور آپ کی نیاضی کے باوجود حیدرآباد کے باشندے معمولی کپڑے کے لئے ترس رہے ہیں۔

مسٹر ریلو نے چور بازار کے وجود کا اعتراف تو کیا مگر اس کی ذمہ داری بجائے تاجروں کے صارفین پر عائد کی۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ حیدرآباد کے عوام بمبئی کے باشندوں کے برخلاف غریب اور مفلس ہیں کوئی حیدرآبادی خوشی سے چور بازار میں مال خریدنے پر راضی نہیں ہوتا۔ جب وہ بری طرح مجبور ہو جاتا ہے اور مال نہ ملنے کی وجہ سے تنگ آ جاتا ہے تو تب وہ چور بازار کا رخ کرتا ہے جہاں مال کی بہتات ہے مسٹر ریلو نے ان شرفا کو چور اور ڈاکو قرار دیا جو برطانوی ہند سے واپسی کے وقت اپنی ضرورت کے لئے دس سیر سے کم کپڑا اپنے ساتھ لائے ہیں۔ یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ یہاں مال نہ ملنے کی وجہ سے اگر کوئی شخص برطانوی ہند سے واپسی کے وقت تھوڑا سا کپڑا خرید لیتا ہے تو اس کو چور اور ڈاکو کہا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ حیدرآباد کا صارف یہاں چور بازار میں مال خریدے تو خطا وار یا باہر سے اپنی ضرورت کی تکمیل کرے تو قابل گردن زدنی۔ پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ حیدرآباد کا صارف کہاں جائے! ہم یہ عرض کر چکے ہیں ـــــ اس بیان میں ہم شہر کی دو ملین آبادی کی ترجمانی کر رہے ہیں ـــــ کہ بازار میں سرکاری نرخوں پر مال نہیں مل رہا ہے۔ مسٹر ریلو کے فراہم کردہ پارچہ اور سوت سے عوام استفادہ نہیں کر رہے ہیں۔ اگر مسٹر ریلو اس سے بہتر انتظام نہیں کر سکتے تو ہم حیدرآبادیوں کے لئے بجز اس کے اور کیا صورت ہے کہ ہم اپنی قسمت پر قانع رہیں۔ صارفین مسٹر ریلو سے تو مایوس ہو چکے ہیں لیکن مسٹر سید فضل اللہ اور آنریبل مسٹر گرگس کے حسن تدبر اور انسانی ہمدردیوں سے ہنوز مایوس نہیں ہوئے۔

یہاں ایک اور امر کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا۔ صحافتی کانفرنس میں مولوی محمد منظور صاحب ایڈیٹر "صحیفہ" نے دریافت کیا تھا کہ جب ممالک محروسہ سرکار عالی ایک بڑی مقدار میں روئی برآمد کرتا ہے تو کیا ہمارا ملک اس کا مستحق نہیں ہے کہ اس روئی کو بنا ہوا کپڑا اپنی ضرورت کے مطابق حاصل کرے۔ افسوس ہے کہ کانفرنس میں مولوی صاحب کے اس استدلال کو وہ اہمیت نہیں دی گئی جس کا وہ مستحق تھا۔ ہم مولوی صاحب کے اس استدلال کو اس لئے دہرا رہے ہیں تاکہ حکومت اس پر غور فرمائے اور زیادہ کپڑا حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

حالیہ تبدیلیاں

اب جبکہ نواب مرسید کی یار جنگ بہادر نے باب حکومت کی رکنیت سے وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوشی حاصل کر لی ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم نواب صاحب موصوف

کی خدمات کا اعتراف کریں، ان کے کارناموں پر انہیں مبارکباد دیں اور اپنی اس تمنا کا اظہار کریں کہ جناب موصوف کی بقیہ زندگی بھی سرکار کی حیثیت سے ملک و ملت کی خدمت گزاری میں بسر ہو۔ نواب سر مہدی یار جنگ بہادر ان لوگوں میں ہیں جو خاموش خدمت گزاری کے قائل ہوتے ہیں۔ وہ مشہور شخصیت سے بالطبع دور رہنا پسند کرتے ہیں لیکن اپنی دوربینی کی وجہ سے ان کی نظر کی دوراندیشی تک کوئی کوتاہی پیدا نہیں ہوئی۔ نواب صاحب کی ادبی اور تاریخی معلومات اور سیاسی بصیرت بہت کم اشخاص کو نصیب ہیں۔ نواب صاحب سلیم الطبع، وسیع القلب اور خوش مذاق واقع ہوئے ہیں۔ جب وہ کسی مسئلہ پر سوچتے ہیں تو پورے انہماک کے ساتھ۔ اسی انہماک کی وجہ سے بعض لوگوں نے آپ کو غائب دماغ مشہور کر رکھا ہے۔ نواب صاحب کے مذہبی معلومات کافی وسیع ہیں۔ بادشاہ اور ملک سے وفاداری، ابنائے جنس سے ہمدردی نواب صاحب کی چند امتیازی خصوصیات ہیں۔ نواب سر مہدی یار جنگ بہادر کی وظیفہ پر علیحدگی سے حکومت ایک ایسے رکن کی خدمات سے محروم ہو گئی جس کا بدل ملنا بآسانی ممکن نہیں۔ اگرچہ آپ مسلمان ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کی وفاداری میں کہیں رتی برابر شبہ نہیں۔

صدر المہامی تعلیمات کے عہدۂ جلیلہ پر مسٹر سید محمد اعظم کا تقرر اس بات کی دلیل ہے کہ ملکی عہدہ دار اگر وہ قابل، وفادار اور دیانت دار ہوں تو بڑے سے بڑے عہدے سے حضرت بندگانعالی سرفراز فرمانے میں کبھی دریغ نہیں فرماتے۔ مسٹر اعظم کی زندگی کا بیشتر حصہ ملک کو تعلیمی ترقی کے راستہ پر گامزن کرنے میں بسر ہوا۔ مسٹر اعظم ایک قدیم ملکی گھرانے کے فرد ہیں اور قوی شخصی کردار کے مالک ہیں۔ انہوں نے ترقی کے لئے اپنے اصول کو قربان نہیں کیا بلکہ اپنے اصول پر سختی سے قائم رہے۔ مسٹر اعظم کی زندگی کا خاص جزو یہ ہے کہ ملک میں علم کی روشنی پھیلے اور خوب پھیلے۔ ان کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ طالب علموں کی مشکلات کو سمجھتے ہیں اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، امیر یا غریب، ہندو یا مسلمان کا امتیاز نہیں کرتے۔ صدہا نادار طلبہ مسٹر اعظم کی شخصی امداد کے مرہون منت ہیں۔

ملک محروسہ سرکار عالی میں تعلیم کا مسئلہ اتنا آسان نہیں جتنا کہ دیگر اقطاع ہند میں ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمارے بعض چوکھیر کارکنوں نے اس غیر سیاسی مسئلہ کو سیاسی اغراض کے لئے آلۂ کار بنانا چاہا۔ یہی رجحان مسئلہ تعلیم کو پیچیدہ بنانے کا باعث ہوا۔ مسٹر اعظم کی خدمت میں ہماری گزارش

ہے کہ جب وہ ان مسائل کو سلجھانے کی جانب متوجہ ہوں تو انہیں اس امر کا بھی لحاظ رکھنا ہے کہ کہیں جدید صدر المہام بہادر تعلیمات کی بلند حوصلگی اور علم دوستی سے سیاسی کارکنوں کا کوئی خاص گروہ ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔

معین امیر جامعہ کی خدمت پر نواب علی یاور جنگ بہادر کا تقرر جامعہ عثمانیہ کے لئے یقیناً ایک فال نیک ہے۔ گو ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ نواب صاحب کا جامعہ کی خدمت کے لئے اس طرح وقف ہو جانا ان شعبہ ہائے نظم و نسق کے نقصان کے مرادف ہے جن میں نواب صاحب کا کوئی بدل کم از کم ہمارے ملک میں موجود نہیں ہے۔ نواب علی یاور جنگ بہادر کے لئے موزوں ترین خدمت امور دستوری اور سیاسیات کی صدر المہامی ہوتی لیکن رموز مملکت خویش خسروان دانند۔ حضرت بندگان اقدس نے جس خدمت کے لئے نواب علی یاور جنگ بہادر کو مقرر فرمایا ہے اس میں یقیناً کوئی خاص مصلحت پنہاں ہوگی۔ تاہم یہ امر موجب طمانیت ہے کہ نواب صاحب امور دستوری کے بھی مشیر رہیں گے۔ ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ بہ حالت موجودہ جامعہ عثمانیہ کی اس اعلیٰ ترین خدمت کے لئے اس سے بہتر انتخاب ممکن نہ تھا۔ ہم جامعہ عثمانیہ کو بالخصوص اور اہل ملک کو بالعموم اس انتخاب پر مبارکباد دیتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ نواب علی یاور جنگ بہادر کے دور میں ہماری یہ قومی جامعہ ہندوستان کی ممتاز ترین جامعات کی صف اول میں جگہ حاصل کرے گی۔ ایسا ہونا بہت کچھ اس امر پر منحصر ہے کہ قلب میں طلب علم کا جذبہ غالب رہے اور اساتذہ اپنے آپ کو عہدہ دار سمجھنے کے بجائے طلبہ کے خادم سمجھیں۔

دکن ہسٹری کانفرنس

پیام شاہانہ

میں ان مختلف اداروں اور افراد کو مبارکباد دیتا ہوں جنھوں نے اجتماعی طور پر دکن ہسٹری کانفرنس اور دکن ہسٹری ایسوسی ایشن کا انتظام کیا ہے۔ میں بیرونی علماء کا بھی دلی خیر مقدم کرتا ہوں جو کانفرنس کی علمی صحبتوں میں شرکت کے لئے میری مملکت کے دار الحکومت میں آئے ہیں۔

تاریخ دکن کے وسیع منظر میں تاریخ دکن گویا خود تاریخ ہند، مختلف نسلوں اور ثقافتوں اور مختلف ترقیات میں ان کے غیرفانی اثر کا ایک خلاصہ ہے جو ان ادوار میں عمل میں آتی رہیں۔

ان مختلف عناصر کا تاریخ ہند سے بہ حیثیت مجموعی امتزاج اور تفتیش و ترکیب کا عمل شمال اور جنوب کی ان قوتوں کے مطالعہ کا ایک دلچسپ موضوع فراہم کرے گا جنھوں نے تاریخ کی رفتار کا تعین کیا ہے۔ اس قسم کا مطالعہ محض نظری دلچسپی ہی کا حامل نہیں ہوگا اگر اسے جنگوں اور ادوار کے عروج و زوال کی تاریخوں تک محدود رکھنے کی بجائے اس میں مختلف عہدوں کے باشندوں کی زندگی کے اہم پہلوؤں کو شامل کر لیا جائے۔ تاریخ کے اس وسیع تصور سے تاریخی معلومات کو موجودہ مسائل پر عملی طور پر منطبق کرنے میں مدد ملے گی جو اس وقت امور مملکت کا نظم و نسق کرنے والے عالم عمرانیات کے روبرو پیش ہیں۔

میری حکومت کو ان تمام مساعی سے گہری دلچسپی ہے اور وہ جامعہ، دفتر دیوانی اور محکمہ آثار قدیمہ کی وساطت سے نیز علماء کی جماعتوں اور انفرادی علماء کو عطایا دے کر مذکورۂ بالا مقاصد کی پیش رفت میں منہمک ہے۔

میری حکومت ان تمام مساعی بہا نیز تاریخ دکن کی تدوین کی جو حال میں شروع کی گئی ہے۔ ان بیرونی علماء کے تعاون کا خیر مقدم کرے گی جنھیں تاریخ دکن سے دلچسپی ہے۔

کانفرنس اور ہسٹری ایسوسی ایشن دونوں اس تعاون کے حصول اور اسے ایک عملی شکل دینے کے لئے کافی اور خوش آئند مرکز قرار پائیں گے۔

میں آپ کے مباحث کا گہری دلچسپی سے مطالعہ کروں گا اور آپ کی ان مساعی پر میری گہری ہمدردانہ نظر رہے گی جو کانفرنس اور ایسوسی ایشن کے مقاصد اور سفارشات کے بقاء و ترقی کے لئے کی جائیں۔"

= پیام شاہانہ تمام ہونے کے بعد دکن ہسٹری کانفرنس کے پہلے اجلاس میں آنریبل سر مہدی یار جنگ بہادر سابق صدر المہام تعلیمات نے کانفرنس کا افتتاح فرماتے ہوئے پڑھ کر سنانے کی عزت حاصل کی جس کو حاضرین نے استادہ ہو کر سننے کا شرف حاصل کیا۔ آنریبل مسٹر آر گلن صدر المہام مال و پولیس اس اجلاس کی صدارت فرما رہے تھے۔ حاضرین میں قابل ذکر آنریبل سید محمد اعظم، آنریبل نواب زین یار جنگ بہادر، نواب معین نواز جنگ بہادر، نواب عنایت جنگ بہادر، مسٹر شبیر احمد نائب معتمد ال... مسٹر غلام ... (۹۱)

انجمن ہائے ترقیات کا قیام

امداد باہمی کے اصول پر غلہ کی فراہمی اور تقسیم

بہ سلسلہ گزشتہ

غلہ کے گودام

تعلقہ واری انجمنوں کے قیام و ترقی کے ساتھ ہی محکمہ جات مال و امداد باہمی کو مواضعات میں امداد باہمی کے اصول پر غلہ کے گودام قائم کرنے کی بھی ہدایت دی گئی ہے۔ یہ گودام ترقی کر کے مجالس تنظیم دیہی کی شکل اختیار کریں گے۔ پیداوار کی قلت والے علاقوں کے سوا جہاں قحط اور مصائب سے تمام محفوظ رکھنے کے لئے کچھ جبری تدابیر اختیار کرنا لازمی ہے غلہ کے گودام عموماً اختیاری اصول پر قائم کئے جائیں گے۔ یہ گودام جو غلہ وصول کریں گے وہ اراکین کو قرض دیا جائے گا اور اس سے جو منافع ہوگا وہ مسابقت انتظام منہا کرنے کے بعد اراکین میں تقسیم ہوگا جنھیں دیا جائے گا اور قرضہ پر منافع کا حامل ہوگا۔

جب کسی موضع میں ادائی حصہ پیداوار کے حکم کے تحت لیوی ادا کرنے والے کاشتکاروں کی اکثریت اس پر متفق ہو جائے گی کہ لیوی کے طور پر ادا کئے جانے والے ہر ایک من غلہ پر کم از کم پانچ سیر غلہ گودام قائم کرنے کے لئے بھی جمع کرے تو موضع کی موجودہ مجلس اغذیہ مسدود کر دی جائے گی اور لیوی کا انتظام غلہ کے گودام کو منتقل کر دیا جائے گا جو خود اپنی ایک منتخبہ انتظامی مجلس کے تحت کام کرے گا۔ جن گوداموں کی حالت اچھی ہوگی ان سے محکمہ زراعت اچھی قسم کے تخم کھاد اور زرعی آلات تقسیم کرنے کے لئے ایک مرکز کا کام لے گا جو تعلقہ کی انجمن ترقیات سے منسلک ہوگا جہاں ممکن ہوگا حکومت گودام تعمیر کرنے کے لئے رعایتی شرح پر سرمایہ بھی فراہم کرے گی چنانچہ اس مقصد کے لئے حکومت ایک ٹرسٹ فنڈ قائم کرنے کا خیال رکھتی ہے

حیدرآباد کوآپریٹیو کارپوریشن

اگر پبلک کے متعلقہ طبقے تعلقہ میں انجمنوں اور مواضعات میں غلہ کے گوداموں کے قیام اور انتظام سے اطمینان بخش طور پر دلچسپی لیں تو حکومت کا یہ ارادہ ہے کہ وہ عنقریب حیدرآباد کمرشل کارپوریشن کو حیدرآباد کوآپریٹیو کارپوریشن میں تبدیل کر دے تاکہ ممالک محروسہ میں بے قرضہ انجمن بلنے امداد باہمی کی فوقانی تنظیم کو مکمل کر دیا جائے۔ اس تنظیم کے ابتدائی ادارے دیہی غلہ کے گودام ہوں گے۔ جو تعلقہ کی انجمنوں سے مربوط ہوں گے اور یہ انجمنیں ممالک محروسہ کے بالائی ادارہ یعنی کارپوریشن سے منسلک ہوں گی۔ اس طرح امداد باہمی کی ایک مرکزی تنظیم قائم ہو جائے گی جو زرعی پیداوار کی خرید و فروخت اور زرعی ضروریات کی فراہمی کا کام انتہائی نفع بخش طور پر انجام دے گی

مابعد جنگ مشکلات پر قابو

فی الحال ممالک محروسہ کے مختلف حصوں میں امداد باہمی کے گوداموں کی تعداد تقریباً ۰۰ ہے اور ایسی مجالس امداد باہمی کی تعداد تقریباً ۰۰ ہے جنہیں تعلقہ کی انجمنیں ترقیات کی شکل دی جا رہی ہے۔ حکومت کو یقین ہے کہ غلہ کے گوداموں کے قیام سے اس تنظیم کا آغاز ہو جانے کے بعد پبلک اور اس کے قائدین بے غرضانہ تحریک کو وسعت دینے کے شاندار مواقع سے پورا فائدہ اٹھائیں گے اور ایک ایسا مستحکم نظام بن جائے گا جو کاشتکاروں کو مابعد جنگ زمانہ کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے قابل بنا سکے گا۔

دوگونہ مقاصد

غلے کی تقسیم کے اعتبار سے مذکورہ بالا مجالس دوگونہ مقاصد والے اداروں کا کام دیں گی اور مواضعات میں نہ صرف زرعی پیداوار کی خرید و فروخت بلکہ غیر زراعت پیشہ آبادی کے لئے غلے کی فراہمی کا ذریعہ بھی ثابت ہوں گی۔ بلدی علاقوں میں فراہمی کا مسئلہ اتنا آسان نہیں۔ تاوقتیکہ خود صارفین اب تک اپنی مجالس امداد باہمی قائم نہ کریں ان کے لئے اپنے روپے کا پورا معاوضہ حاصل کرنا ممکن نہ ہوگا ممالک محروسہ کے بڑے مقامات میں راشن بندی کا نفاذ بہت تیزی سے ہو رہا ہے اور اس سے صارفوں کو اسٹور قائم کرنے میں بہت مدد ملے گی۔ حکومت اس بات سے بہت دلچسپی سے [illegible] شہروں کے رہنے والے اپنے آپ کو مہنگی استعمال [illegible] محفوظ رکھنے کے لئے اس موقعہ سے کس قدر فائدہ [illegible] ہیں۔ اس ضمن میں جو کوشش ہوگی اسے حکومت قدر [illegible] سے دیکھے گی اور اس مفید کام کے لئے مجالس کے [illegible] اور ترقی میں ضروری سہولتیں بہم پہنچائے گی۔

بہتر ذریعہ

حکومت یہ محسوس کرتی ہے کہ ایک طرف پیداکنندوں اور تاجروں کی مجالس امداد باہمی اور دوسری طرف صارفوں کی مجالس امداد باہمی قائم ہو جانے کی وجہ سے حکومت کے لئے اغذیہ سے متعلق تمام اہم امور میں پبلک کی مستند رائے معلوم کرنے کا بہتر ذریعہ فراہم ہو جائے گا۔ تعلقوں اور ضلعوں کی مشاورتی مجالس اغذیہ زیادہ مفید خدمات انجام دے سکیں گی۔ جس سے مرکزی مشاورتی مجلس اغذیہ کو فائدہ پہنچانے میں مدد ملے گی۔ حکومت کو توقع ہے کہ دیہی مجالس امداد باہمی کے ذریعہ لیوی کی وصولی اور ان مجالس اور تعلقہ واری انجمنوں کی جانب سے قابل فروخت زائد مقدار کی خریدی ذخائر کی [illegible] انجمنوں کی انتظامی مجالس کے توسط سے [illegible] کے اجازت ناموں کی اجرائی اور انجمنوں کے ذریعہ مقامی اداروں کی تنظیم کی وجہ سے جو [illegible] ہیں (جو صحیح یا غلط طور پر موجودہ انتظام میں بتائی جاتی ہیں) بہ عنوانیوں کی کمی ہو جائے گی اور ایسی [illegible] عامہ پیدا ہو جائے گی جو قوی اور اچھی تربیت [illegible] ہوگی کہ کمزوریوں کا پتہ چلا سکے اور ان کی اصلاح کے لئے تدابیر پیش کرے۔

کانگریس کی ہمہ گیریت فرقہ واریت کا باعث ہو

بقیہ مسلسل صفحہ (۵)

لڑنے کی پوری ذمہ داری کو کانگریس پر عائد ہوتی ہے وعلیحدگی کا مطالبہ خوف اور بے اعتمادی کا نتیجہ [illegible] مغرب بالخصوص برطانیہ میں پارلیمانی جمہوریت کی خصوصیت عام حق رائے دہی بالغان اور [illegible] حکومت ہے۔ ہم نے مغربی جمہوریت کی صرف ظاہری صورت اختیار کی۔ خود مغرب کے سیاسی مفکرین کا خیال ہے کہ پارلیمانی جمہوریت میں ملک کی [illegible] جماعتوں کے حقوق پامال ہو جاتے ہیں۔ ہندوستان میں فرقہ واری مسئلہ کی پیچیدگی کے مدنظر [illegible] ایسا پیش نہیں کروں گا کہ پارلیمانی جمہوریت ہمارے ملک کے لئے قطعاً موزوں نہیں۔ ملک کے مختلف عناصر کو مطمئن کرنے کے لئے مصالحت کی ضرورت ہے۔ ہندوستان میں ایک ایسی جمہوری [illegible] کا جواب ہو سکتی ہے جس کی [illegible]

کانگریس کی ہمہ گیریت فرقہ واریت کا باعث ہوئی

تقسیم ہند کا سوال کس طرح پیدا ہوا

سر شانمکھم شٹی کی تقریر

مدراس یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے سر شانمکھم شٹی نے ہندو مسلم مسئلہ پر جو خیالات ظاہر کئے ہیں ان کے چند اقتباسات درج ذیل کئے جاتے ہیں:-

تاریخ اور سیاسی مفکر کے متعلم کی حیثیت سے میں اس مسئلہ کے متعلق غیر جانبدارانہ روش اختیار کرنی چاہئے۔ اکثر محبان وطن اور دانشمند افراد اس سیاسی الجھن کا حل دریافت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو اس مسئلے نے پیدا کر دی ہے۔ اس مسئلہ کا حل دریافت کرنے کی کوشش سے پہلے ان اسباب کا پتہ لگانا ضروری ہے جن سے یہ مسئلہ پیدا ہوا۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ پانچ سال کی قلیل مدت کے اندر مسلم محبان وطن کے نقطۂ نظر میں جن کے بلند کردار اور دیانت میں شبہ نہیں کیا جا سکتا ایسی بنیادی تبدیلی واقع ہو گئی۔ ان اسباب کا تجزیہ کرتے وقت مجھے بعض لیڈروں اور سیاسی اداروں کے متعلق کچھ ناگوار باتیں کہنی پڑیں گی۔

ہندوستان کا مسئلہ ایک ایسا فرقہ وارانہ مسئلہ ہے جس کی نظیر دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ یہ مسئلہ نتیجہ ہے ہندو نظام معاشرت کا۔ اگر فرقہ وارانہ مسئلہ محض مذہبی مسئلہ ہوتا تو غیر برہمن تحریک وجود میں نہ آتی اور پست اقوام کی تنظیم اپنے ایک علیحدہ سیاسی وجود کا ادعا کرتی۔ اس امر سے قطع نظر کر کے آیا ہندو مذہب معاشرہ کو اس طرح بند کمروں میں تقسیم کرنے کی تائید کرتا ہے یا نہیں عملاً ذات پات کا نظام صدیوں سے ہندوستان میں موجود ہے۔ اس نظام کے تباہ کن اثرات باشندگان ہند کی سیاسی زندگی میں شدت کے ساتھ رونما ہوتے ہیں۔ ایسے معاشرہ میں جہاں سیاسی اقتدار اعلیٰ ذات کے چند منتخب افراد کے ہاتھ میں مرکوز ہو اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سیاسی اقتدار کے حصول کی کشمکش فرقہ واری بنیادوں پر شروع ہو جاتی ہے۔ ہر ملک کا سیاسی ارتقاء دراصل سیاسی اقتدار کے حصول کی ایک مسلسل کشمکش ہے۔ اور یہ کشمکش ہر ملک کے معاشی اور سماجی حالات کے مطابق ہوتی ہے۔

ہندوستان میں اس نے فرقہ واری صورت اختیار کر لی۔ فرقہ واری مسئلہ پر یہ کہہ کر پردہ ڈالنا کہ یہ چند ایسے افراد کا آزمودہ ہے جو عہدوں کے طالب ہیں تاریخ کی قوتوں کو نظر انداز کرنا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان میں سارے سیاسی جذبات اس وقت پیدا ہوئے جبکہ کانگریس اور نام نہاد قوم پرستوں نے فرقہ واری مسئلہ سے چشم پوشی کرنے کی کوشش کی۔ جب ہندوستان میں دستوری تجربات شروع ہوئے اور حکومت خود اختیاری کی امید پیدا ہوئی تو مسلمانوں نے قدرتی طور پر اپنے مذہب اور تہذیب کے تحفظ کا مطالبہ کیا اور حکومت میں مناسب حصہ کی ضمانت چاہی۔ کانگریس نے ابتدائی زمانے میں اس مطالبہ کو پوری طرح تسلیم کر لیا۔ چنانچہ سنہ ۱۹۱۶ء میں لیگ اور کانگریس کا ایک سمجھوتہ ہوا جو میثاق لکھنؤ کے نام سے مشہور ہے۔ تمام سیاسی سرگرمیوں میں لیگ اور کانگریس کے مابین اشتراک عمل شروع ہو گیا۔ اس کے بعد ہی کانگریس گاندھیت کے زیر اثر آ گئی اور قوم پرست لیڈروں نے فرقہ وارانہ سمجھوتہ کی مذمت شروع کر دی اور فرقہ وارانہ انتخابات کو جمہوریت کے منافی قرار دیا۔ سنہ ۱۹۲۸ء میں کانگریس نے نہرو رپورٹ کی توثیق کی جس میں مسلمانوں کے تحفظات حذف کر دیئے گئے مثلاً جداگانہ انتخابات اور مرکز میں ایک ثلث نشستوں کا تحفظ۔ مسلمانوں کو فوراً یہ خطرہ محسوس ہوا کہ خود مختار ہندوستان میں وہ محفوظ نہیں ہیں۔ اس نوبت پر بھی مسٹر جناح نہرو رپورٹ قبول کرنے تیار تھے بشرطیکہ کانگریس چند ترمیمات قبول کرے۔ کانگریس نے ان تمام ترمیمات کو مسترد کر دیا جس کا نتیجہ تصادمات بے اعتمادی اور تلخی کی صورت میں نمودار ہوا۔

اس تصادم کی دوسری منزل گول میز کانفرنس تھی۔ کانگریس نے ہر قدم پر اس امر کی مخالفت کی کہ فرقہ واری تحفظات دستور میں شامل کئے جائیں۔ بالآخر یہ دستور اس فیصلہ ثالثی کی بنیاد پر مرتب ہوا جو اس وقت کے وزیر اعظم نے صادر کیا تھا۔ پست اقوام کے لئے جداگانہ انتخابات سے متعلق مسٹر گاندھی کی مخالفت نے ایک اور تصادم کی تخم ریزی کی۔ فرقہ واری فیصلہ ثالثی کی نسبت کانگریس کی مبہم روش اور اس فیصلہ کی مخالفت میں کانگریس اور مہا سبھا کے اتحاد نے اس مسئلہ کو اور پیچیدہ کر دیا۔

صوبہ جات میں جدید مجالس مقننہ کا قیام اور سات صوبوں میں کانگریس کی اکثریت کا تسلط صورت حال کی مزید ابتری کا باعث ہوا۔

کانگریس نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ گورنروں کے خصوصی اختیارات استعمال نہ کئے جائیں۔ اس مطالبہ کی مسلمانوں نے یہی تعبیر کی کہ ان تحفظات کو ختم کرنے کا یہ ایک اقدام ہے جو ان کی حفاظت کے لئے دستور میں درج کئے گئے ہیں۔ ان صوبوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی مخلوط وزارتیں تشکیل دی گئیں لیکن کانگریس نے ہندو اکثریت کے صوبوں میں مخلوط وزارتیں قائم کرنے سے انکار کر دیا۔ کانگریس نے ہائی کمان کے احکام کے تحت دوسری جماعتوں کے خلاف مقننہ کے اندر اور مقننہ کے باہر جارحانہ روش اختیار کی۔ پارٹی کے جھنڈے کو قومی جھنڈا اور پارٹی کے گیت کو قومی گیت قرار دیا گیا۔ رام راجیہ کو حکومت ہند کا نصب العین قرار دیا اور ودیا مندر اسکیم کی تشکیل سے مسلمانوں میں یہ شبہ پیدا ہوا کہ یہ سب کچھ مسلمانوں کی تہذیب کو مٹانے کے لئے کیا جا رہا ہے۔ اس کو ایک اتفاق کہو یا کانگریس پالیسی کا منطقی نتیجہ کہ بجز ایک صوبہ کے کانگریسی صوبوں میں جو وزیر اعظم ہوا وہ برہمن تھا۔ اس سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ کانگریسی حکومت کے معنی محض ہندو تسلط نہیں بلکہ اونچی ذات کے ہندوؤں کا تسلط۔ اس امر پر اصرار کہ ہندی کو ملک کی قومی زبان قرار دیا جائے نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ دوسری جماعتوں کی ناراضگی کا بھی باعث ہوا۔

یہ اور اسی قسم کے دوسرے اقدامات کی بنا پر کانگریس پر یہ الزام لگا کہ وہ فاسسٹی نقطۂ نظر رکھتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ کانگریس نے زور و شور کے ساتھ اس الزام کی تردید کی ہے۔ اس پر ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرو۔ فاسسٹی پارٹی کی تنظیم کی بنیادی خصوصیات کیا ہیں؟ ایک لیڈر اور ایک پارٹی۔ یہ وہ بنیادیں ہیں جن پر فاسسٹی جماعتیں تشکیل پاتی ہیں۔ کیا کوئی شخص انکار کر سکتا ہے کہ کانگریس انہی اصولوں پر قائم ہے؟ کیا کانگریس نے کسی اور سیاسی جماعت کے وجود کو برداشت کیا؟ کیا ان لوگوں کو جنہوں نے گاندھی جی سے اختلاف کرنے کی جرأت کی پبلک زندگی سے نکال باہر نہیں کیا گیا؟ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کانگریس نے اپنے جارحانہ عمل سے عجب ان میں خوف اور بے اعتمادی پیدا کر دی۔ ملک کی سیاسی زندگی میں کسی شخص کو کوئی مقام حاصل نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ وہ کانگریس کی اطاعت نہ کرے۔ کانگریس کو گویا حب الوطنی کا اجارہ حاصل ہے۔ اور دوسرے لوگ باغی، رجعت پسند، اجنبی سامراج کے کارندے۔ تو پھر کیا یہ حیرت کی بات ہے کہ ایسی ناقابل برداشت صورت حال میں لوگ اپنی سیاسی سلامتی اسی میں سمجھتے ہوں کہ ملک کو تقسیم کر دیا جائے۔ اگر یہ تجزیہ صحیح ہے تو ہماری سیاسی الجھن کی ذمہ داری کانگریس پر عائد ہوتی ہے۔ فرقہ واری مسئلہ کو پہلے تو نظر انداز کرنے اور بعد میں دبانے کی کوشش کر کے کانگریس نے دو قومی بلکہ کئی قومی نظریہ پیدا کر دیا [illegible]

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

تنقید

کانگریس نے لیگ کے ساتھ ایک فریق کی حیثیت سے گفتگو کر کے بڑی غلطی کی۔ اس لئے کہ یہ اس کے ادعا کے بالکل منافی ہے کہ وہ تمام فرقوں کی نمائندہ قومی جماعت ہے۔ مسٹر جناح نے اس پر ہمیشہ یہ الزام عائد کیا ہے۔ اور اب کانگریس نے بھی دانستہ یا نادانستہ طور پر خود اپنے رویہ سے دنیا کے آگے یہ ثابت کر دیا کہ اس پر مسٹر جناح نے جو الزام لگایا تھا وہ صحیح تھا۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ کانگریس اپنا لیبل بدل کر ہندو مہا سبھا ہو جائے۔
(گوکل چند نارنگ)

گزشتہ چند ہفتوں سے شہر حیدرآباد میں مقامی تہذیب و تمدن کی حفاظت کے لئے چند انجمنیں بے حد سرگرم نظر آ رہی ہیں۔ ان کے ایک اجتماع میں ہمیں بھی شرکت کا موقع دیا گیا تھا۔ ہم نے گرد و پیش جو نظر ڈالی تو زیادہ تر اردو، انگریزی، عراقی اور یمنی ملبوسات نظر آئے۔ مگر تاج آنے میں نمک کے برابر تھے۔

یہ ایک واقعہ تھا جس کا ہم نے ذکر کیا چاہتے۔ آپ اس پر چاہیں تو آنسو بہائیں۔

دہلی کے ایک جلسۂ عام میں کپڑے کی گرانی کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے حاضرین کو یقین دلایا کہ وہ کفن کے لئے مرکزی حکومت سے لڑ کر کپڑا دلائیں گے۔

غنیمت ہے کہ یہ کام کا بیڑا ڈاکٹر صاحب نے اٹھا لیا۔ جن کو کل کو کفن کے تیار کے ساتھ ساتھ کفن کے مسئلہ کی بھی ایک منطقی اہمیت رکھتی ہے۔ (پیام)

معاصر محترم ہمیشہ اس اصول کا پرچار کرتا رہا ہے کہ مزاحیہ کالموں میں کسی کا نام لے کر ذاتی ... [illegible]

ڈاکٹر سر ضیاء الدین کا جو نام درج ہے وہ محض ایک فرضی نام ہے۔

سپرو کمیٹی کی تجاویز کو پڑھ کر جس نے تقسیم ہند کی مخالفت اور متحدہ ہندوستان کی تائید کی گئی ہے ہمارا ایک پاکستانی دوست یہ شعر گنگنانے لگے :-

بت کدے میں شیخ جی رہنا مرا دشوار ہے
بت تو اچھے ہیں، برہمن دوچکا آزار ہے

ایک مراسلہ نگار نے دریافت کیا ہے کہ :-
کارکنان مجلس اتحاد المسلمین کے مستعفیوں کی ایک فہرست جو اخبارات میں پہلے شائع ہو چکی ہے بار بار کیوں شائع کی جا رہی ہے؟ اس میں کیا مصلحت پوشیدہ ہے؟

ہم نے جواب دیا کہ موسم گرما کی وجہ سے کارکنان مجلس کے "طوفانی دورے" ملتوی ہو چکے ہیں۔ اس اندیشے سے کہ کہیں پبلک کو مجلس کی بے عملی کا شبہ نہ ہو موسم کی تبدیلی تک استعفاء کی فہرست ہی شائع ہوتی رہے تو کیا مضائقہ ہے؟

واشنگٹن میں مسجد کی تعمیر۔ (ایک اخباری سرخی)

جب پیرس میں مسجد کی تعمیر ہو رہی تھی اقبال مرحوم نے کہا تھا :-

حرم نہیں ہے فرنگی کرشمہ سازوں کی
تن حرم میں چھپا دی ہے روح بتخانہ
یہ بت کدہ انہی صنعت گروں کی ہے تعمیر
دمشق ہاتھ سے جن کے ہوا ہے ویرانہ

جنگ کے بعد سے حیدرآباد میں ایک نئی اور زیادہ متحرک حیدرآبادی قوم کی تشکیل آسان کام نہیں۔ اس کام میں مسٹر سید محمد اعظم کو بہت سی قدیم اور ازکار رفتہ روایات کے ان مقدس بتوں کو توڑنا پڑے گا جن کا تقدس اب محض بوسیدہ توہمات پر مبنی ہے۔ ان کو قدر و تعلیم کے بہت سے شاندار

گنبد و مینار مسمار کر کے ایک نئی عمارت کی داغ بیل ڈالنی ہوگی۔ (پیام)

اس مقصد کے حصول کے لئے ہمارا مشورہ یہ ہے کہ ٹیلی کے منشور کو نصاب تعلیم میں شامل کر دیا جائے۔

صدر صاحب مجلس اتحاد المسلمین سکندرآباد ایک صحافتی بیان میں فرماتے ہیں کہ :-

"بعض نادان دوست خواہ مخواہ غلط بیانیوں سے اشتراکیت کو مجلس سے منسوب کر رہے ہیں .... مجلس ضلع سکندرآباد کو اشتراکیت سے کوئی واسطہ رہا ہے اور نہ کوئی اشتراکی مجلس میں شرکت کر سکتا ہے"

ہم بھی اس بات کی پرزور تصدیق کرتے ہیں کہ مجلس کو اشتراکیت سے کوئی واسطہ نہیں اور اگر کچھ ہے بھی تو وہ مشاعروں کی حد تک ہے جن کا مقصد محض تفریح ہے۔

مسلمان اپنے اسلام، ہندو اپنے دھرم اور سکھ اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے بھی کمیونسٹ ہو سکتے ہیں۔ (قومی جنگ)

مگر شرط یہ ہے کہ نجی گفتگو میں مذہب کے خلاف پروپیگنڈا کیا جائے اور پبلک پلیٹ فارم پر مذہب کی تائید کی جائے۔

ہندوستان کی منزل مقصود قریب آ گئی۔
(مہاتما گاندھی)

مگر شاعر کا خیال ہے کہ :-

ہر قدم دوری منزل ہے نمایاں مجھ سے
میری رفتار سے بھاگے ہے بیاباں مجھ سے

بمبئی میں کفن کے لئے بھی کپڑا نہیں ملتا۔
(اخباری سرخی)

شکر ہے کہ حیدرآباد میں کفن کے لئے تو کپڑا مل جاتا ہے مگر پہننے کے لئے نہیں ملتا۔

ہندوستان ایک ملک ہے اور اہل ہند کی ایک قوم ہے۔ (رعیت)

اگر یہ صحیح ہے تو پھر آپ کی قوم کہاں تک ہے؟ کیا ہندوستان سے باہر؟

جنگ یورپ کی آخری منزل

ہٹلر کی شرائط صلح؟

• پچھلے ہفتے اتحادی فوجوں نے دریائے رائن کو پار کیا تو نازیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ چنانچہ ان دنوں یورپ کے پچھمی مورچے پر جگہ جگہ جنگ ہو رہی ہے۔ اتحادی فوجیں ایک ہفتے میں سو میل سے زیادہ آگے بڑھ چکی ہیں اور عنقریب دریائے ویزر کے کنارے پہونچنے والی ہیں۔ بالکل آخری برطانوی دوسری فوج اور پہلی کناڈین فوج جو ہالینڈ میں مقیم تھی ڈچ سرحد سے پانسو میل آگے بڑھ کر بریمن اور اوزنابروک کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اس طوفانی دھاوے کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اس جرمن فوج کے لئے جو اب تک ہالینڈ میں لڑ رہی ہے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں رہ گیا ہے۔

فیلڈ مارشل مانٹ گومری کی فوج نے دریائے رائن کے کنارے ویزل سے سیدھے یورپ کی طرف دھاوا کیا اور اب تک ایک سو میل آگے بڑھ چکی ہے۔

جنرل سمپسن کی نویں امریکی فوج جس نے ویزل کے دکھن میں دریائے رائن پار کیا تھا سیدھی انسابرک کی طرف بڑھی۔ ادھر جنرل ہوجز کی پہلی امریکی فوج جس نے رماجین کے مقام پر جو کولون کے دکھن میں ہے دریائے رائن پار کیا تھا ایک نیم دائرہ بناتی ہوئی سلب انساٹ کے مقام پر نویں امریکی فوج سے مل گئی۔ اس طرح امریکی فوج نے رہور کے صنعتی علاقے کو گھیر لیا اور چالیس پچاس ہزار نازی فوجوں کو جو اس علاقے میں لڑ رہی تھیں اپنی آغوش میں لے لیا۔ سلب انساٹ کے دکھن میں جنرل پیٹن کی تیسری امریکی فوج کیسل کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اس کا ایک دستہ نیورمبرگ سے صرف تیس میل دور ہے۔ اس حصے میں جنرل پیچ کی ساتویں فوج اور فرانس کی پہلی فوج لگی ہوئی ہیں۔

دکھنا بھی یورپ کے مورچے پر بھی نازیوں کے پاؤں تلے کی زمین نکلی جارہی ہے مارشل ٹالبوخین اور مارشل مالی نوسکی کی فوجیں بڑی تیزی سے دنیا کی طرف بڑھ رہی ہے۔ تازہ ترین خبر ہے کہ وہ دنیا سے جو آسٹریا کا دارالسلطنت ہے صرف آٹھ دس میل دور رہ گیا۔ اس اخبار کے چھپنے تک شاید روسی فوجیں دنیا میں داخل ہو چکی ہوں گی۔ مارشل ٹالبوخین کی فوجیں وینر نوسٹاٹ کو آزاد کرا چکی ہیں۔ اس شہر تک نازیوں کے ہوائی جہاز کے کارخانے تھے اور آسٹریا کے جنگلی کے مضافات میں پہنچ چکی ہیں۔ جنرل ٹولبخین کی فوج کا تیسرا دستہ جھیل بلاٹان سے جو ہنگری میں واقع ہے آسٹریا اور یوگوسلافیہ کی سرحد کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس زبردست دھاوے سے دنیا کے دکھن میں نازیوں کے تمام فوجی منصوبے خاک میں مل گئے ہیں۔

دنیا کے اتر پورب میں مالی نوسکی کی فوجیں براٹس لاوا کو آزاد کرا چکی ہیں۔ یہ شہر دریائے ڈینوب کے کنارے دراصل دنیا کا پھاٹک ہے۔ شمالی چیکو سلوواکیہ میں مارشل کونیف کی پہلی یوکرینی فوج موراوا پر قبضہ کر چکی۔

ڈینزیگ میں دشمنوں کی بچی کچی فوج کا صفایا ہو چکا ہے۔

اس طوفانی حملے کو روکنے کے لئے ہٹلر کے منصوبے کیا ہیں؟ ظاہر ہے کہ اس کے پاس اپنے مورچوں پر لڑنے کے لئے نہ تو فوجیں رہ گئی ہیں اور نہ سامان جنگ۔ ممکن ہے کہ وہ دریائے ویزر کے کنارے یا دریائے ایلبے کے کنارے تھوڑی بہت مورچہ بندی کرنے کی کوشش کرے یا پھر جنوبی جرمنی کے پہاڑی علاقوں میں قلعہ بند جنگ کرے۔ لیکن یہ سارے منصوبے بننے سے پہلے ہی خاک میں مل رہے ہیں۔ جنرل اور مالی نوسکی کی فوجیں اس علاقے کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ اخبار ویو ننگ اسٹینڈرڈ کے نامہ نگار نے لکھا ہے کہ مارچ کے شروع میں ہٹلر کے پاس دو سو پچاس ڈویژن تھے ان میں سے شاید ایک سو ستر ڈویژن دریائے اوڈر کے کنارے روسی فوجوں کو روکنے میں لگے ہیں۔ بقیہ ایک پچاس ڈویژن آسٹریا، چیکوسلوواکیہ اور دوسرے مورچوں پر تھے جن کا قلع قمع ہو چکا ہے۔ ہٹلر پچھمی مورچے کو مستحکم کرنے کے لئے دریائے اوڈر سے فوجیں ہٹانا ہرگز گوارا نہ کرے گا۔ "تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ ہٹلر نے اپنی باقی ماندہ فوج بھی پورب کے مورچے پر روس سے لڑنے کے لئے بھیج دی ہے۔" اس کے معنے یہ ہوئے کہ ہٹلر نے فیصلہ کر لیا ہے کہ پورب مورچے کو جس طرح بن پڑے گا اور باقی ماندہ فوج کی مدد سے پچھمی مورچے کو سنبھالنے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ جنرل آئزن ہاور اتحادی سپہ سالار سے جب پوچھا گیا کہ کس کی فوجیں برلن پہلے پہنچیں گی تو اس نے جواب دیا کہ برلن تک مسافت طے کرنے کا سوال ہے روسی فوجوں کو صرف ۳۰ میل کا فاصلہ طے کرنا ہے اور اتحادی فوجوں کو ۲۵۰ میل کا لیکن روسی فوجوں کے مقابلے میں جرمنی کی سب سے بڑی فوج ہے۔"

ہمیں ہٹلر کے اسی فوجی منصوبے کی روشنی میں (پورب) مورچے پر روسی فوجوں کو آگے نہ بڑھنے دو) اس کی صلح کی تازہ ترین کوشش کو بھی دیکھنا چاہیے۔ کہا جاتا ہے کہ فان ربن تراپ نازی وزیر خارجہ نے ہٹلر کی جانب سے یہ شرائط صلح برطانیہ کو بھیجے ہیں۔

۱۔ لڑائی فوراً روک دی جائے۔

۲۔ جرمن فوجیں پورب مورچے پر بدستور مقیم رہیں۔

۳۔ مغربی جرمنی کے اس حصے کی نگرانی جس پر ان دنوں برطانیہ اور امریکہ کا قبضہ ہے۔ جرمنی، برطانیہ اور امریکہ کی فوجیں کریں گی

۴۔ ایک یورپین صلح کانفرنس ہو جس میں سوویت یونین کو شریک نہ کیا جائے۔ روس کے خلاف جرمنی برابر لڑتا رہے گا۔ جرمنی فاشزم کو اب کوئی طاقت شکست سے نہیں روک سکتی لیکن مرتے مرتے بھی وہ اتحادیوں کو آپس میں لڑانے کی چال سے باز نہیں آسکتا۔ وہ چاہتے ان رجعت پسند طاقتوں کو آواز دے رہا ہے جو اتحادی ممالک میں ابھی تک موجود ہیں۔ اب سب سے بڑا اس کا ایک ہی مقصد رہ گیا ہے کہ سوویت یونین کی فوجوں کو روکنے کی ان تھک کوشش کرے اور یہاں طور سے اتحادیوں اور سوویت روس میں جو تھم پھوٹ کرا دے۔ اور اس طرح فاشزم کو سیاسی اور اگر ہو سکے تو فوجی شکست سے بچائے۔ چنانچہ جیوں جیوں یورپ کی لڑائی آخری منزل کے قریب پہونچ رہی ہے، نازی پروپگنڈے کے اثرات زیادہ واضح ہوتے جارہے ہیں۔

سان فرانسسکو کانفرنس میں رائے دہی کے بارے میں جو سمجھوتہ کا برطانیہ میں ہوا تھا اس پر بڑے زور شور سے اعتراض کیا جارہا ہے کہا جاتا ہے کہ برطانیہ نے چھوٹے ملکوں کو آپس میں بانٹ لینے کے لئے ایک خفیہ معاہدہ کیا ہے۔ اور اب جو سوویت روس یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ اس کے علاوہ یوکرین اور سفید روس کی سوویت جمہوریتوں کو بھی فرانسسکو کانفرنس میں رائے دینے کا حق دیا جائے تو اس کا مطلب چھوٹی قوموں پر اپنا اقتدار قائم کرنا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں کوئی خفیہ معاہدہ ہوا ہی نہیں۔ چنانچہ امریکہ کے وزیر اعظم مسٹر اسٹٹ نیس نے واضح کر دیا کہ کانفرنس میں یہ بات صاف کر دی گئی کہ فرانسسکو کانفرنس کے موقع پر رائے دہی کے اختلافات بالکل نہیں ہونے چاہئیں ان کی حیثیت فیصلوں کی نہیں ہے بلکہ تجاویز کی ہے جن پر آخری فیصلہ کرنے کے لئے فرانسسکو کانفرنس ہی کے سامنے رکھی جائیں گی۔ اگر برطانوی حکومت سے یہ سوال کیا جائے تو بلیر اسمبلی فرونا اسی بالکل صاف جواب ...

وردھا میں کیا ہوا؟

۲۶ اور ۲۷ فروری کو وردھا میں یہ کانفرنس ہوئی۔ مہاتما گاندھی نے صدارت کی۔ پہلے دن تقریریں ہی ہوئیں۔ دوسرے دن کچھ تقریریں ہوئیں اور دو تجویزیں۔ پہلی تجویز یہ ہے کہ دیوناگری اور اردو رسم خط دونوں کو عام رواج دیا جائے جو ان میں سے ایک جانتے ہیں وہ دوسرا بھی سیکھیں۔ اور جو کچھ بھی نہیں جانتے وہ دونوں سیکھیں۔ سارے ہندوستانیوں کو ہندوستانی کے دونوں اسٹائل ہندی اور اردو کو پڑھنا اور سمجھنا چاہئے۔ دوسری تجویز یہ تھی کہ مہاتما گاندھی اور ڈاکٹر تارا چند اور مولانا سید سلیمان ندوی ایک کمیٹی بنائیں جس میں پندرہ سے زیادہ ممبر نہ ہوں۔ اس کمیٹی کا کام ہوگا ڈکشنری جمع کرنا، گرامر کے قواعد مرتب کرنا، لغات اور ہر قسم کا ادب پیدا کرنا۔ کمیٹی عرصہ کا تخمینہ مہاتما جی کی منظوری کے لئے تیار کرے گی۔ وردھا سنگھ کا سبھا اس کو باخبر رکھے گی۔

سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ ہندستانی سے کیا مراد لی گئی اور اس کی کیا تعریف ہے (۱) کانفرنس کی روداد کی رو سے اور (۲) اس کے باہر

(۱) کانفرنس میں ڈاکٹر سید محمود نے فرمایا کہ اردو اور ہندی اور ہندستانی تین نام ایک ہی زبان کے ہیں۔ مولانا ڈاکٹر سید سلیمان ندوی کا ارشاد ہوا۔ ہندوستان کی زبان ہندوستانی کہ اردو اور ہندی میں اسی فیصدی لفظ مشترک ہیں۔

ساتھ ہی اول دن فرمایا۔ ڈاکٹر تارا چند ہمیں بتاتے ہیں کہ ابتدا میں یہ زبان عام اور مشترک تھی اور اسے ہندو اور مسلمان دونوں بولتے تھے مگر آج اس کے کئی نام ہو گئے ہیں......

سری جی بت ٹنڈن کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ کانگریس نے کانپور کے مقام پر ہندوستانی کی یہ تعریف قرار دی۔

ہندوستانی وہ زبان ہے جسے شمالی ہند کے دیہات کے لوگ ہندو ہوں یا مسلمان بولتے ہیں اور جو ناگری یا اردو رسم خط میں لکھی جاتی ہے گاندھی جی نے اس تعریف کے ساتھ ہی فرمایا کہ سیاسی سلسلے کچھ ایسے پیش آئے کہ کانگریس اس بارے میں کچھ کام نہ کر سکی۔

اسی تعریف کو گاندھی جی کی تعریف تسلیم کرنا پڑے گا۔ جو وہ ہندستانی کی دیتے ہیں۔ اب ہمارے سامنے ہندوستانی کی چار تعریفیں آتی ہیں ایک ڈاکٹر سید محمود کی دوسری ڈاکٹر ندوی کی، تیسری ڈاکٹر تارا چند کی اور چوتھی گاندھی جی کی

اس آخری تعریف میں انڈین نیشنل کانگریس بحیثیت ایک اہم سیاسی جماعت اور بابو پرشوتم داس ٹنڈن شریک ہیں۔

مگر یہ چاروں تعریفیں ایک دوسرے سے الگ جاتی ہیں۔ اس کی توجیہ کی ضرورت نہیں۔ اب رہی یہ بات کہ ٹنڈن جی اردو کے جوں سے سخت مخالف اور ہندی کے زبردست علم بردار ہیں۔ اس لئے انھوں نے گاؤ کی تیہ لگا دی۔ اس کا ذکر ہی فضول ہے۔ ہمارے سامنے یہ امر واقعہ نمایاں ہے کہ کانگریس اور گاندھی جی شمالی ہند کے گاؤں والوں کی زبان کو ہندوستانی مانتے ہیں۔ اس سے مزید بحث آگے آئے گی پہلے ہندوستانی کی تعریف سے متعلق کچھ اور سن لیجئے۔

(۲) فروری ۱۹۳۹ء میں آل انڈیا ریڈیو نے چھ تقریریں چھ شخصوں سے کرا کے سارے ملک میں نشر کیں۔ موضوع تھا "ہندوستانی کیا ہے"؟ اس سلسلے میں ڈاکٹر تارا چند کی پہلی تقریر ہوئی تھی۔ آپ کے لفظ ہیں:۔

> ہندوستانی ہمارے دیس کی سب بولیوں میں سب سے زیادہ بولی اور سمجھی جاتی ہے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یہ ہندوستان آدھے بسنے والوں کی زبان ہے۔ پنجاب، راج پوتانہ، دلی، آگرہ اودھ بہار اور مہاکوشل میں تو ہندوستانی یا اس سے ملتی جلتی بولیاں بچے اپنی ماؤں سے سیکھتے ہیں۔ لیکن ان صوبوں سے باہر ہر ایک بڑے شہر میں اس کے بولنے والے بستے ہیں اور اس کے سمجھنے والوں کی گنتی تو اور بڑی ہے۔

گاندھی جی تجربے کار اور بہت ہی سیانے سیاسی لیڈر ہیں وہ سب کو ہاتھ میں رکھنا چاہتے تھے اس لئے ڈاکٹر تارا چند کی رائے کا انھوں نے محض ذکر کر دیا کیونکہ اس سلسلے میں ان سے کام لینا ہے مگر ہندوستانی کی تعریف وہی سامنے رکھی جو ہندی کے متعصب حامی اور اردو کے جانی دشمن ٹنڈن جی کی تحریک سے نیشنل کانگریس نے قرار دی۔

تعجب ہے کہ ڈاکٹر تارا چند صاحب نے اپنا تعصب الیبی کب اور کیونکر بدل لیا گاندھی جی (بمعہ آل انڈیا نیشنل کانگریس اور بابو پرشوتم داس ٹنڈن) تو یہ کہتے ہیں کہ ہندوستانی وہ زبان ہے جو شمالی ہند کے گاؤں میں بولی جاتی ہے اور ڈاکٹر صاحب اسے دلی اور آگرہ اور ہندوستان کے بڑے شہروں سے منسوب کرتے ہیں جب اصولی اختلاف کی صورت ہے تو اس کمیٹی کے کیا معنی ہیں اور اس کا کیا مصرف ہے جو ابھی وردھا میں بنائی گئی ؟ ۔

یہ سوال ہے جو ہمیں حیرت میں ڈال رہا ہے کہ گاندھی جی اور کانگریس دو چیزیں ہرگز نہیں اور کانگریس کی حکومت کی عہد میں زبان کے متعلق جو چیرہ دستیاں اور جبریہ کارروائیاں ہوئیں وہ بھلا ہی نہیں جا سکتیں فرض کیجئے کل کو پھر حکومت کی باگ صوبوں میں اگر مرکز میں قطعی طور پر نہیں، کانگریس کے ہاتھ آ جائے تو یہی ٹنڈن جی اور سمپورنا نند جی جیسے اصحاب تو برسر اقتدار ہوں گے۔ تعریف ہندوستانی کی موجود ہی ہے۔ پھر کیا ہوگا۔ اردو کا کیا حشر ہوگا۔ یہ ہیں نتیجہ اردو والوں کے سوچنے کی بے حد اہم طور پر گاندھی جی کے خیالات کو ہم خلوص سے جدا نہیں قرار دے۔ لیکن ہم انھیں کانگریس اور ٹنڈن اینڈ کو سے جدا ابھی تصور میں نہیں لا سکتے (باقی ہو رہی)

سپرو کمیٹی اور مسلم لیگ

سر سپرو نے لارڈ ویول کے ذریعہ حکومت برطانیہ کے سامنے جمود کے خاتمہ کی جو شاہانہ اسکیم رکھی ہے۔ اس پر قائد اعظم نے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے خوب صاف الفاظ میں سر سپرو کی تجویزوں کی اذیت اور مسلم کشی کا اعلان کر دیا ہے امید ہے کہ حکومت برطانیہ اگر جمود دور کرنے کے لئے کچھ کرنا چاہتی ہے تو وہ اس بیان اور مسلم لیگ کے مطالبات کو سامنے رکھے بغیر کوئی فیصلہ کرے گی اور کوئی غلط قدم نہیں اٹھائے گی۔

جمود کو دور کرنے کا کوئی مسلمان مخالف نہیں ہو سکتا۔ مسلم لیگ کی تجویزیں مسلم لیگی لیڈروں کی تقریریں اور مسلم اخبارات کی رائیں اس دعوے کا سچا ثبوت ہے لیکن مسلمان اس کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتے کہ موجودہ دستور حکومت یا حالات میں کوئی ایسی تبدیلی کی جائے جس سے مسلمانوں کے مطالبے پاکستان کو نقصان پہنچے یا جو ان کو ایک بے اثر قلیت کی طرح زندگی گذارنے پر مجبور کر دے دیا جو کوئی بھی کرے گا وہ مسلمانوں کی مخالفت اور ہندوستان کی سیاسی حالت کو بد سے بدتر کرے گا۔

قائد اعظم نے کہا ہے کہ اگر سر سپرو کی کوئی تجویز بھی مان لی گئی تو پاکستان کا مطالبہ ناپید ہو کی نظر میں ہو جائے گا۔ ہم اس رائے سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ پاکستان کا مطالبہ اس قسم کی صد ہا تار پیڈو برداشت کرنے کی قوت رکھتا ہے۔ جب تک ہندوستان میں مسلمان ہیں پاکستان کا مطالبہ موجود رہے گا اور مسلمان پاکستان لے کر رہیں گے۔ سر سپرو تو کیا برطانیہ اور کانگریس کی متحدہ طاقت بھی مسلمانوں کو دل سے نہ ......
(بدر مسعود صفدر)

مطالبے کو ترک کر دیں یا اس کو حاصل کرنے کی جدوجہد کرنے یا اس کو حاصل کرنے سے نہیں روک سکتی۔ یہ دس کروڑ مسلمانوں کا سوچا سمجھا مطالبہ ہے جس کو پورا کرانے کا انھوں نے نہایت ٹھنڈے دل سے عزم مصمم کر رکھا ہے اور دس کروڑ کی زندہ قوم کے مطالبہ کو کوئی طاقت بھی نظر انداز یا رد نہیں کر سکتی۔

ہمیں بڑی مسرت ہوتی اگر کانگریس یا ہندو مسلم لیگ اور مسلمان سے مصالحت کر لیتے مگر غلط دلائل، ضد اور تعصب کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکے لہذا ان سے تو مسلمانوں کو کوئی توقع نہیں رہی۔ اب ان سے نپٹنے کی صرف ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ ان کو راہ راست پر لانے کی جتنی بھی صورتیں ہو سکتی ہیں ان کو استعمال کیا جائے اور ان کو مسلمانوں کی عزت اور آزادی کے ساتھ ہندوستان میں رہنے کا موقع دینے پر مجبور کر دیا جائے۔ کانگریس کی مجلس عاملہ شاید جلد آزاد ہو جائے گی۔ ان سے ہمیں تھوڑی سی توقع ہے۔ اگر اس نے اپنا فرض ادا کیا تو ٹھیک ہے ورنہ مسلمان جو کچھ کر سکتے ہیں کریں گے۔

بہت سے وعدہ کر چکے ہیں مسٹر چرچل اور امیری صاف اعلان کر چکے ہیں کہ مسلمانوں اور دوسری اہم جماعتوں کی مرضی کے خلاف ہندوستان کے مسئلہ کو حل نہیں کیا جائے گا۔

قائد اعظم نے تازہ بیان حکومت کو اپنے وعدوں کو یاد رکھنے کا مشورہ دیا ہے۔ برطانیہ کی دوسری تاریخ وعدہ شکنیوں سے بھرپور ہے۔ اور دنیا انگریز کے وعدوں کو کوئی وقعت نہیں دیتی ہے کیونکہ وہ اپنے مفاد کے مطابق جس وقت جو رنگ چاہے اختیار کر سکتا ہے لیکن اس کے باوجود اتمام حجت کے لئے برطانیہ کو تنبیہ کر دینا ضروری تھی۔ قائد اعظم نے یہی کام کر دیا ہے۔ بہتر ہوگا برطانیہ اس تنبیہ کو وہی اہمیت دے جس کو وہ مستحق ہے۔ (خلافت)

دکن ہسٹری کانفرنس

بقیہ سلسلہ صفحہ (۳)

میر اکبر علی خان صاحب اور مسٹر آر موروڈ آنگار ہیں۔

کانفرنس کے نام کئی پیامات وصول ہوئے جن کو پروفیسر یوسف حسین خان صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ پیامات ارسال کرنے والوں میں مہاراجہ صاحب بڑودہ، نواب صاحب رام پور، نواب صاحب بھوپال، سر سی پی راما سوامی ایر، سر مرزا اسمٰعیل، آنریبل [illegible] حیدرآباد قابل ذکر ہیں۔ ان تمام حضرات نے کانفرنس کی کامیابی کے لئے اپنی دلی تمنا کا اظہار کیا۔

کانفرنس میں ہندوستان کی دیگر جامعات کے دو ممتاز پروفیسر اور ماہرین تاریخ بھی شریک تھے۔ لاسلکی نشرگاہ حیدرآباد کی جانب سے منتخب روداد کی ریکارڈنگ کا انتظام کیا گیا تھا۔

نواب سر مہدی یار جنگ بہادر کی تقریر

نواب سر مہدی یار جنگ بہادر نے کانفرنس کا افتتاح فرماتے ہوئے کہا کہ ہز اکسلنسی نواب صدر اعظم بہادر نے بھی خواہش کی تھی کہ میں دہلی کو ان کی روانگی کے سبب کانفرنس میں عدم شرکت پر ان کی جانب سے میں اظہار افسوس کروں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ سرزمین دکن تاریخ ہند کے بعض اہم ابواب کا مخزن ہے۔ غار ہائے ایلورہ و اجنٹہ، درا میپا اور پالم پیٹھ کے مشہور و معروف مناور، مدرسہ محمود گاواں، گولکنڈہ، بیجا پور اور بی بی کے مقبرہ کو تاریخی حیثیت سے نمایاں خصوصیت حاصل ہے۔ کانفرنس میں شرکت کے لئے باہر سے جو مہمان آئے ہیں وہ اپنے قیام کے دوران میں اسٹیٹ کی میوزیم، دفتر دیوانی اور اسٹیٹ لائبریری کا معائنہ فرما سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ یہ جامعہ خود ثقافتی سرگرمیوں کا ایک اہم مظہر ہے جس کی جانب حکومت کی خصوصی اور مسلسل توجہ منعطف ہے۔ تاریخ دکن کے میدان میں ابھی بہت کچھ کام کیا جانا باقی ہے اور مذکورہ بالا مقامات اور ادارے اس کام کی تکمیل میں بہت بڑی حد تک ممد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ اور اس کے لئے کانفرنس کے انعقاد اور اسوسی ایشن کی تشکیل لائق خیر مقدم ہے۔ میں اپنی حد تک کانفرنس اور اسوسی ایشن کے کاموں اور مقاصد سے اپنی دلچسپی اور ہمدردیوں کا اظہار کرتا ہوں۔ بالآخر میں کانفرنس کی کامیابی کے لئے اپنی دلی تمنا کا اظہار کرتے ہوئے انتہائی مسرت کے ساتھ کانفرنس کے افتتاح کا اعلان کرتا ہوں۔

نواب علی یاور جنگ بہادر کی تقریر

نواب سر مہدی یار جنگ بہادر کی افتتاحی تقریر کے بعد نواب علی یاور جنگ بہادر شیخ الجامعہ نے خیر مقدمی تقریر فرمائی جس میں آپ نے سب سے پہلے حضرت جلالۃ الملک سلطان العلوم کی بارگاہ میں کانفرنس کی پیام شاہانہ سے سرفرازی پر ہدیہ تشکر پیش کیا اور کانفرنس سے ذات شاہانہ کی دلچسپی کو اسوسی ایشن کی خوش نصیبی قرار دیتے ہوئے اس موقع پر فضیلت مآب نواب صدر اعظم بہادر کی عدم موجودگی کی وجہ سے جو مایوسی پیدا ہوئی اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ پھر بھی موصوف کے بجائے خوش قسمتی سے رسم افتتاح کی تقریب ایک ایسی شخصیت کے ہاتھ انجام پا رہی ہے جن کی مسلمہ صلاحیتیں تعلیم سے غیر معمولی دلچسپی اور شغف اظہر من الشمس ہیں وہ ہیں نواب سر مہدی یار جنگ بہادر جو چند ہی دن قبل تک ہمارے محکمہ تعلیمات کے صدر المہام رہ چکے ہیں جن کا شمار ہندوستان کے ممتاز ترین ماہرین تعلیم میں ہوتا ہے۔ یہ بھی ہماری خوش نصیبی ہے کہ آج اس کانفرنس کی صدارت آنریبل مسٹر گرسن فرما رہے ہیں جو دال مولپریس کے صدر المہام ہونے کے باوجود بھی تاریخ اور آثار قدیمہ و تہذیب سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ کانفرنس کا پہلا سیشن اس مملکت کے دارالسلطنت میں منعقد ہو رہا ہے جو ارض دکن کے ایک بہت حصہ پر مشتمل ہے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے موصوف نے تاریخ دکن کی ترتیب کے کام کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور نہایت کو واضح کیا اور آخر میں مسٹر یزدانی اور ڈاکٹر یوسف حسین خان کی مخلصانہ کاوشوں پر خراج تحسین ادا کیا۔

اس کے بعد آنریبل مسٹر گرسن نے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا کہ اس کانفرنس کی صدارت یقیناً میرے لئے باعث افتخار ہے اور نواب علی یاور جنگ بہادر نے میرے متعلق جو کچھ بیان کیا وہ یقیناً بہت زیادہ تر موصوف کے تاریخ کے مختلف ادوار پر روشنی ڈالتے ہوئے کانفرنس میں شریک ماہرین تاریخ کو دکن کے تاریخی اور سیاسی مسائل کے کا جواب جاننے پر زور دیا۔

طب یونانی کی ترقی

حکومت سرکار عالی کی نسبت یہ مسلمہ بات ہے کہ طب یونانی جو قدیم زمانے سے ہمارا مایہ ناز ورثہ رہی ہے آج بھی موجودہ زمانہ کی ضروریات کے لحاظ سے ترقی دی جا رہی ہے۔ ایک ادارہ قائم کر کے جہاں اس علم کی موزوں تعلیم دی جاتی ہے اور اس کے علاوہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں یونانی شفا خانے بھی موجود ہیں۔ جہاں مستند حکیم مریضوں کا باقاعدہ طور پر علاج کرتے ہیں۔ چنانچہ اب جا بجا سے حکیم نیم حکیم نہیں رہے اور نہ خطرہ جان سمجھ کر ان سے گریز کیا جاتا ہے۔

گزشتہ تین سال میں محکمہ طبابت یونانی نے جو ترقیاں کی ہیں ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

سنہ ۱۳۵۰ف میں مجلس اشاعت تالیفات و تراجم طبی کے قیام کی منظوری ایک ہزار روپیہ سالانہ مصارف متوالی کے ساتھ منظور ہوئی۔ طبیب مستند کی تعلیم باضافہ مضامین حفظان صحت وغیرہ چار سال قرار دی گئی تاکہ بہتر طبیب حالات حاضرہ کے تحت نظامیہ طبی کالج سے نکل سکیں۔ اس کالج میں زنانہ جماعتوں کا بھی آغاز کیا گیا ہے اور ۳۲ پردہ کرنے والی طالبات شریک ہوئیں۔ طب یونانی کی تعلیم کا اس اضافہ کو پردہ نشیں عورتیں قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گی کیونکہ طبیب کا فقدان ان کے لئے باعث حرج تھا۔

طلباء کالج کے معلومات میں اضافہ کی غرض سے بستان (مستقا قیر) مزرعہ نباتات قائم کیا گیا ہے تاکہ وہ جڑی بوٹیوں کے مختلف مدارج نشوونما سے پوری طرح واقف ہو جائیں۔

سنہ ۱۳۵۱ف محکمہ طبابت یونانی کی تاریخ میں ایک اہم سال سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ اس سال کے دوران میں متعدد سود مند قواعد و ضوابط منظور ہوئے جراح اور دواساز جراب تک باقاعدہ فنی تعلیم یافتہ نہیں ہوتے تھے ان کی تعلیم کے قواعد منظور ہوئے۔ جماعتیں قائم کی گئیں اور ان کی تعلیم آغاز کی گئی۔ ملازمین اور امیدوار سررشتہ بھی یہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

سنہ ۱۳۵۲ف میں نظامیہ صدر شفا خانہ یونانی میں مادر دکن کی یادگار میں ایک زنانہ وارڈ قائم کیا گیا ہے جس میں بیس بستروں کا انتظام ہے۔ پردے کے خصوصی انتظام کی وجہ سے اپنی نوعیت کا یہ واحد وارڈ ہے جو بہت کامیاب ثابت ہوا ہے اور بعض اوقات تو مقررہ تعداد سے مریضات کو اس میں داخل کرنا پڑتا ہے۔

جراحی کی تعلیم کے قواعد منظور ہوئے ...

کی اور بیگم گروہ کی چار بیبیوں نے ٹریننگ حاصل کی۔ اس کی وجہ سے کہ امید وار اطبا کو لوری کی مدد بہ مشق بہم پہنچے ذیلی شفا خانوں میں قبول کرنے پر انہیں ترغیب دی جاتی ہے۔

جملہ شفاخانہ جات اضلاع و بلدہ جو وقت بے وقت پبلک کی سہولت کے لئے صبح و شام دو وقت کر دئے گئے ہیں۔

نظامیہ صدر شفاخانہ میں تیاری ادویہ کا ایک خصوصی شعبہ قائم کیا گیا ہے اور اس شفا خانہ کے شعبہ معالجین میں اگر چہ زنانہ کا تقرر کیا جاتا تھا مگر ان کے اردو داں نہ ہونے کی وجہ سے یونانی علاج و معالجہ میں جو دقتیں پیش آتی تھیں انکے ازالہ اردو دانی کے تواعد مرتب اور تعلیم کا انتظام قائم کرنے سے کیا گیا ہے۔

دولت عامہ کی کانفرنس

جنرل اسمٹس کی تقریر

لندن ۵ اپریل۔ آج کانفرنس دولت عامہ کو خطاب کرتے ہوئے جنرل اسمٹس وزیر اعظم جنوبی افریقہ نے کانفرنس کو متنبہ کیا کہ اگر سان فرانسسکو کی کانفرنس ناکام رہی تو ان کو بنی نوع انسان کے سامنے آفت کے سوا کوئی اور چیز دکھائی نہیں دیتی۔ پانچ بڑی دول پر اس کی شدید ذمہ داری عائد ہے جنرل اسمٹس نے اعلان کیا کہ بین الاقوامی تصویر میں کئی خطرناک خصوصیات ایسی ہیں کہ اگر ہمیں بزمانہ امن اس اتحاد کو برقرار رکھنا ہے جو بزمانہ جنگ رکھا گیا تو ان خصوصیات پر کڑی نگرانی قائم رکھنی ہوگی ایک شکل جو سلامتی کونسل اختیار کر رہی ہے وہ یہ ہے کہ بڑے دول پر امن کی بڑی ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں یہ صورت حال کے حقائق کے مطابق ہے پر اس مجلس بین الاقوام میں امن کے تعلق سے بڑے دول پر کوئی خاص فرائض اور ذمہ داریاں عائد نہیں کی گئی تھیں۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان پر جو اقتدار استعمال کرنے میں خصوصی ذمہ داری بھی ہوگی ہے جہاں تک دولت عامہ کا تعلق ہے میرا خیال ہے کہ یہ دنیا میں سب سے زیادہ ذمہ دار گروہ ہے گو کہ یہ سب سے زیادہ طاقت ور گروہ نہیں یہ ایک گروہ ہے جس میں بنی نوع انسان کی قسمیں اور مختلف مفادات شامل ہیں جو تمام تمدنوں اور تہذیب کی تمام منزلوں پر مشتمل ہیں۔ بنی نوع انسان کے مستقبل کا ذکر کرتے ہوئے جنرل اسمٹس نے اعلان کیا کہ اس جنگ کے بعد بھی ابتلا و طلب ہے کہ یہ دیدیم کی جنگ ... ہوگی۔

ہم ناکام رہے تو یہ ناکامی ایسی آفت ہوگی جس کا انسانی دماغ تصور نہیں کر سکتا اور جس پر غور کرنے کی خواہش نہیں کر سکتا۔ یہی وہ وجہ ہے جس سے کہ ہم سان فرانسسکو جا رہے ہیں۔

نرسوں کا جداگانہ اسٹاف

فوجی صدر شفاخانے میں نرسوں کا علیحدہ اسٹاف نہ ہونے کی وجہ سے متعلقہ عہدہ داروں کو دشواریاں پیش آتی تھیں۔ اس شفاخانے میں تیمارداری کا کام اس عملہ کے تفویض تھا جو مختلف رجمنٹوں کی جانب سے یہاں متعین کیا جاتا تھا۔ چنانچہ حیدرآباد آرمی ہاسپٹل کور کی تشکیل سے متعلق ایک اسکیم حکومت کے سامنے پیش کی گئی جس کے مطابق اس شفاخانے کے لئے نرسوں کا جداگانہ اسٹاف فراہم کر دیا گیا ہے۔

افواج سرکار عالی میں اضافہ کی وجہ سے جنگی طبی امداد کا کام بہت بڑھ گیا اور موجودہ ذیلی طبی عملہ کے لئے اس کا انجام دینا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ یہ مناسب خیال کیا گیا کہ فوجی صدر شفاخانے کے ذیلی عملہ میں بھی اضافہ کر دیا جائے۔

حیدرآباد آرمی ہاسپٹل کور اسکیم کے بموجب اب یہی انتظام ایک ایسے وسیع تر فوجی صدر شفاخانے پر مشتمل ہے جس میں ایک خصوصی ضمنی سکشن اور ذیلی معائنہ گاہیں موجود ہیں۔ معائنہ گاہیں ایسی جگہوں میں قائم کی گئی ہیں جہاں سے مقررہ دواخانوں میں مریض بھیجے جاتے ہیں اور ان دواخانوں سے فوجی صدر شفاخانہ میں مریض بھیجے جاتے ہیں اس کے علاوہ اہم مقاموں میں مراکز بہبودی خواتین و اطفال بھی قائم ہیں جہاں بہت مفید کام انجام دیا جا رہا ہے۔

یہ جاننا خالی از دلچسپی نہیں ہے کہ سنہ ۱۳۵۳ف میں افواج سرکار عالی کی طبی سروس نے ۳۵۳۰ مقیم اور ۲۶۳۳۳ غیر مقیم مریضوں کا علاج کیا اس کے علاوہ اسی دوران میں ۳۰۴۲ مریضوں کے دانتوں کے امراض کا علاج اور ۱۰۵۲ فوجی مریضوں کا لاشعاعی علاج کیا گیا۔ مزید برآں دوران سال ۲۷۷ بڑے اور ۳۰۹۵ اور چھوٹے آپریشن بھی کئے گئے اور مراکز بہبودی خواتین و اطفال کی جانب سے ۱۵ مہینے کے عرصہ میں ۱۰۵۱ عورتوں اور ۱۹۷۳ بچوں کی تیمارداری کی گئی۔

مدرسہ کور، کر، و گنگ

غالباً اکثر لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ بلدہ حیدرآباد میں بہروں، اندھوں اور گونگوں کی تعلیم کے لئے ایک جدید العصر مدرسہ بنام مدرسہ کور، کر و گنگ قائم ہے جس میں ورلی وقت میں کا ... خدمت انجام دیتے ہیں۔ اس مدرسہ میں نہ صرف تعلیم ہی مفت دی جاتی ہے بلکہ حکومت ... سرکار عالی نے غیر مستطیع طلبا کے لئے سات سات ... وظیفے (۲۵) وظائف بھی منظور فرمائے ہیں ... اور اسی سے مستفید ہونے کو گداگری کا مکروہ پیشہ اختیار کرنے کی ترغیب سے روکا جاتا ہے۔

یہ مدرسہ دو شعبوں پر مشتمل ہے۔ ایک شعبہ ... نابیناؤں کے لئے ہے اور دوسرا بہرے اور گونگوں ... کے لئے۔ نابینا طلبا بریل سسٹم کے ذریعہ تعلیم پاتے ہیں ... اس طریقہ میں طلباء بہرے حروف پر انگلی پھیر کر پڑھتے ہیں اور ایک خاص آلے کے ذریعے سے ... جو کاغذ میں سوراخ ... لکھتے ہیں۔ نابینا طالب علم کو تحتانی تعلیم اور ... فوقانی کے نصاب کی تکمیل کے لئے پانچ سال کا ... عرصہ درکار ہوتا ہے۔ پہلے پانچ سالوں کے اختتام پر طالب علم کو مزید بافندگی وغیرہ کی مکمل تربیت دی جاتی ہے تاکہ وہ روزگار کمانے کے قابل بن سکے۔

بہروں اور گونگوں کے شعبہ میں طلبا کو ... بات کرنے والے کے لبوں کی حرکات دیکھ کر اس کا مفہوم سمجھنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ بات ... ظاہر ہے کہ گونگا پن بہرے پن کا نتیجہ ہوتا ہے ... اس لئے گونگے بچوں کے آلات صوت عام طور پر درست ہوتے ہیں۔ سائنٹفک اصول پر مشق کے ذریعہ ان کو بولنا آجاتا ہے اور پانچ سال کے اندر وہ بلا تکلیف بات کرنے لگتے ہیں اور ... حرکات کے مشاہدے سے دوسروں کی گفتگو ... سمجھ لیتے ہیں۔ پانچ سال میں وہ معمولی نصاب ... اور تحتانی تعلیم کی تکمیل کر لیتے اور بینائی کی ... صفائی کے ابتدائی کام بھی سیکھ لیتے ہیں۔ بہروں اور گونگوں کی پیشہ وارانہ تربیت چھٹے سال سے شروع کی جاتی ہے تاکہ انہیں مذکورہ صدر پیشوں میں سے کسی ایک میں مہارت حاصل ہو۔ ... نصاب کی تکمیل کے بعد ان کے معقول روزگار ... حاصل کرنے کے امکانات فی الواقع قوی ہو جاتے ہیں ... مدرسہ کے ہر شعبہ میں بیک وقت ... طلبا تربیت پا سکتے ہیں اور فی الحال ... مدرسہ میں (۱۳) نابینا اور (۶) بہرے اور گونگے طلبا ... کی جگہ خالی ہے۔

مراسلات

جناب ایڈیٹر صاحب "حکمت"

شہر کی صفائی میں ابتری

(الف) وکٹوریہ پلے گراونڈ کے پاس سے کبھی آپ کو گزرنے کا اتفاق ہو جائے تو آپ فٹ پاتھ پر کچھ بھی گڑھا دیکھیں گے۔ وکٹوریہ پلے گراونڈ کے فٹ پاتھ پر سے، آر۔ پی کی جانب سے پناہ گاہیں تعمیر کی گئی تھیں، جن کو منہدم تو کر دیا گیا لیکن زمین ہموار نہیں کی گئی۔

(ب) کریم جاہی سڑک کے فٹ پاتھ بھی طلباء چلتے ہیں جن پر بسا گندگی بھی رہتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فٹ پاتھ کی صفائی بلدیہ سے متعلق نہیں چونکہ یہ گرمی کا موسم ہے اس لئے لوگ سایہ میں سے چلنا پسند کرتے ہیں لیکن غلاظت کو دیکھ کر لوگ دھوپ ہی میں چلنا بہتر سمجھتے ہیں۔

(ج) قطبی گوڑہ کی سڑکیں ناہموار حالت میں ہے شاید کئی سال سے اس کی مرمت نہیں ہوئی خصوصاً پوسانی کی تال کے پاس سے جو تنگ بند چیل بازار کو جاتا ہے اس کو مسطح کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ اس راستے سے گزرنا خالی از خطرہ نہیں۔

(د) زچہ خانہ کے قریب ایک گلی ہے جو ہو شدار خان صاحب کی ڈیوڑھی کو جاتی ہے وہ نہایت ہی خراب ہے اس گلی میں چند ٹیلے ہیں جس سے راستہ چلنے والوں کو بڑی تکلیف پہنچتی ہے۔ ان ٹیلوں کو توڑ کر زمین کو مسطح کیا جانا چاہئے۔

(ہ) عثمان شاہی کی سڑک سے سیکل پر ہیں ہو کر گزرنا دشوار ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سڑک پر سخت برابری ہے جس میں سیکل نہیں چل سکتی۔

"ایک ٹیکس ادا کرنے والا"

مریض یورپ کی صحت یابی کا معجزہ

بقیہ سلسلہ صفحہ (اول)

اس سلسلہ میں روس کے متعلق چند باتیں صاف صاف کہنا ضروری ہے۔ روس نے اپنے زبردست تجربہ اور عظیم الشان قربانیوں کے بعد انسانی فلاح و بہبود کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ اس کو اس بات کا حق ہے کہ اپنی حفاظت کا مطالبہ کرے بلکہ وہ اپنے وسائل سے فائدہ اٹھا کر اپنے ہاتھ ...

کی خوش حالی میں اضافہ کرنے۔ لیکن یہ حفاظت یک طرفہ یا بالواسطہ یا بلاواسطہ تسلط کے ذریعہ نہ ہو۔

روس کا یہ ادعا صحیح ہے کہ قاسطی حکومت اس کے تحفظ کے لئے خطرناک ہے لیکن ایسا خطرہ بھی جمہوری حکومتوں سے تجارت سے دور نہیں ہو سکتا۔ ایک بین الاقوامی منشور جس میں تمام قوموں کے حقوق اور واجبات کا تعین کیا گیا ہو اس ضمن میں مفید ہو سکتا۔ اگر تمام اقوام کے ذمہ دار شہری خیر سگالی کی مشترکہ پالیسی کی تکمیل میں تعاون نہ کریں اور ایسی پالیسی کی مخالفت نہ کریں جو قومی خود غرضی پر مبنی ہو ایک بہتر مستقبل کی امید کر لینا فضول ہے۔

جنگ یورپ کی آخری منزل

بقیہ سلسلہ صفحہ (۷)

سے پوچھے بغیر ہندوستان [illegible] "ہندو" نامزد کر دیا تو برطانیہ اور امریکہ کے ہندوستان کو اس پر کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر یورپ کی جمہوریت اور سفید روس کی جمہوریت جس نے اس لڑائی میں سب سے زیادہ قربانیاں دی ہیں اپنے چنے ہوئے نمائندے بھیجنے کا مطالبہ کرے تو انہیں اجازت نہیں ملنی چاہئے یہ ہے سامراجی منطق! لیکن سامراجیوں کو اس میں بھی شکست ہوگی۔

جماعت اصلاح و ترقی جاگیرداران کی درخواست

معلوم ہوا ہے کہ جماعت اصلاح و ترقی جاگیرداران کی طرف سے ایک درخواست عالی جناب نواب میر عثمان علی خان بہادر کی خدمت میں پیش کی گئی ہے اور ایک معیاری آرڈیننس مشتہر کرنے کے لئے درخواست کی گئی ہے ... نیا ضلع ... گوڑہ میں ترتیب دیا جائے ...